AUSTRALIAN JOURNAL OF HUMANITIES AND ISLAMIC STUDIES RESEARCH (AJHISR)
Vol.2, Issue 2, Jan-16 to Jul-16

URDU – MAKHDOON MUHAMMAD MOIN THATHVI'S SERVICES TO THE HADITH SCIENCES

مخدوم محمد معین ٹھٹوی کی علم حدیث میں خدمات - URDU

Muhammad Anas Rajpar
University of Sindh, Jamshoro, Pakistan

Zain ul Abideen Sodhar
University of Sindh, Jamshoro, Pakistan

Muhammad Ali Laghari
University of Sindh, Jamshoro, Pakistan

ABSTRACT:
In this article, we have summarized the services of Makhdoon Muhammad Moin to the sciences of hadith. Makhdoon Muhammad Moin (1093-1161 AD) was a great Sindhi scholar who was born and raised in this land of scholars known as Sindh. His expertise in various branches of Islamic knowledge is unparalleled. At the same time, he was a master on intellectual as well as spiritual and textual sciences. He received his Ijazah and educational credentials from the renowned scholar Makhdoon Inayat ullah Ibn Fazlullah Thathvi. He acquired the knowledge of prophetic traditions, social sciences, theology, philosophy, Ilm ul Usool (principles of jurisprudance), literature, and tasawuf from Sindhi and non-Sindhi teachers. His nobel teachers also include Shah Wali ullah Mohadith Dahelvi and Sheikh Muhammad Zaki Sir Hindi.

کلیدی الفاظ: حدیث،تالیف، عمل،سندھ، مخدوم محمد معین

مخدوم محمد معین ۱۰۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۶۱ھ میں وفات پائی [1]۔ سندھ میں ہی تعلیم اور تربیت حاصل کی۔ ٹھٹہ کے جلیل القدر عالم، معقولات و منقولات کے ماہر، مخدوم عنایت اللہ بن فضل اللہ ٹھٹوی (۱۱۱۶ھ) سے علم کی تحصیل کی [2]۔ سندھ سے باہر تعلیم اور تدریس کے لیئے کہیں نہیں گئے۔ ان کے اساتذہ، جن سے انہوں نے صحاح ستہ، معاجم، علم کلام، علم اصول، علم ادب و تصوّف میں سند و اجازت کا شرف حاصل کیا، ان میں سندھ کے باہر کے علماء شامل ہیں، لیکن ان میں سے دو حضرات شیخ عبدالقادر صدیقی [3] اور شیخ ابو طاہر کردی مدنی [4] سے اجازت باالمکاتبت حاصل کی [5]۔ اور ان میں سے شاہ ولی اللہ محدث دھلوی [6] اور شیخ محمد زکی سرہندی [7] سے، ان کے حج کے سفر کے لئے سندھ سے گذرتے ہوئے بالمشافہہ اجازت حاصل کی [8]۔

سندھ میں علم حدیث کی صورتحال:

مخدوم معین نے اپنی کتاب دراسات اللبیب میں بلاد ہندوسندھ سے کتب حدیث کے مہجور و مفقود ہو جانے کی شکایت کی ہے اور ان کا روء سخن اس طرف ہے کہ ہندوسندھ حدیث کی کتاب مشکواۃ کے علاوہ باقی کتب حدیث سے گو کہ خالی ہو چکا ہے۔ علماء ہوں یا طلباء مشکواۃ کے علاوہ کتب حدیث سے بلکل نابلد ہیں۔ کیوں کہ ان کا خیال ہے کہ مسائل شرعیہ کے لئے کتب فقہ ہی کافی ہیں، اس لئے وہ کتب حدیث کا مطالعہ ضروری خیال نہیں کرتے۔ مشکواۃ کو بھی علماء و طلباء اخذ مسائل کے لئے نہیں فضائل اور رقت آمیز مواعظ کے لئے پڑھتے ہیں۔ ان کے الفاظ ہیں:

وهجر كتب الحديث فى بلاد السند والهند وجودا و تمارسا مما لا يخفى امره حتى لتجد جماعة من طلبة العلم بل ممن يدعى الشيخوخة والتدريس ما عبرو الا على جزء من مشكواة المصابيح او كله وهو القدوة عند نفسه فى الحديث وليس غرضهم منه ايضا الا المواعظ من ابواب الرقاق والفضائل لا اخذ الاحكام الشرعية، بل اذا وقفوا على حديث تخالف مذهبهم فياليتهم مروا سالمين لدينهم لايتكلمون۔ فسبحان الله بل اكثرهم لايعقلون۔
ولقد رئيت عالما نحريرا بالاصول والكلام ما راى المشكوه قط فضلا عن غيره من الكتب كل ذالک لاعتقادهم ان الاحكام الشرعية توخذ من كتب الفقه۔[9]

(بلاد سندھ وہند سے کتب حدیث مفقود ہو گئی ہیں، نہ ان کا وجود ہے نہ ہی ان کی طلب۔ یہ بات ایسی ہے جو کسی سے مخفی نہیں ہے حتی کہ تم طلباء علم کی ایک جماعت ایسی پاؤ گے، بلکہ شیخیت و مدرسیت کی دعوی رکھنے والے ایسے لوگ بھی پاؤ گے، جنہوں نے مشکواۃ المصابیح کے کسی جزء یا پوری کتاب سے اوپر عبور نہیں کیا ہے اور وہ اپنے تئیں حدیث کے شیخ ہیں۔ اس سے بھی ان کا غرض فضائل و رقت آمیز مواعظ ہیں، شرعی احکام کا اخذ نہیں۔ بلکہ جب وہ ایسی احادیث سے واقف ہوتے ہیں جو ان کے مذہب کے خلاف ہیں تو افسوس کہ وہ اپنے مسلک کی سلامتی کے ساتھ گذر جاتے ہیں کچھ کلام تک نہیں کرتے۔فسبحان الله باالاكثر هم لا يعقلون میں نے ایک ایسا عالم دیکھا ہے جو اصول و کلام کا بڑا ماہر ہے لیکن اس نے دوسری کتب تو رہیں مشکواۃ بھی نہیں دیکھی۔ یہ سب اس وجہ سے ہے کہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ شرعی احکام کتب فقہ سے لیئے جاتے ہیں۔)

یہ وہ دور ہے جب سندھ اور ہند کے مدارس میں درس نظامی رائج تھا، درس نظامی میں فنون کی کتابیں اور معقولات پر زور دیا جاتا تھا اور زیادہ سے زیادہ فقہ کی کتابیں پڑھائی جاتیں تھیں، حدیث کی کتابیں نصاب کا حصہ نہیں تھیں۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب 'پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت' میں ہندوستان کے نصاب تعلیم میں 'ضروری درجہ' میں فارسی کتب، جن میں سعدی و حافظ کی کتابیں شامل بتائی ہیں۔ اور 'درجہ فضل' میں ہدایہ، بزدوی، کشاف، مشارق، مصابیح، کنز، قدوری، مجمع البحرین، منار، نور الانوار کو شامل بتایا ہے۔ درسِ نظامی کے بانی ملا نظام الدین[10] نے نصاب میں منطق و کلام کی کتابوں کی بھر مار لگادی ۔ حدیث میں مشکوۃ و مشارق الانوار اور تفسیر میں کشاف سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا۔ صحاح ستہ، سنن و معاجم میں سے کوئی کتاب شامل درس نہیں تھی[11]۔ مخدوم معین نے اس صورتحال کا اصل سبب اس کو قرار دیا ہے کہ: وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ "احکام شرعیہ" کتب فقہ سے اخذ کئے جاتے ہیں۔

سندھ میں عمل بالحدیث کی تحریک:

مخدوم معین، جن کا خیال ہے کہ مسائل شرعیہ کے اخذ کے لیئے حدیث کی بجاء کتب فقہ کو سرچشمہ سمجھنے کی بیماری کی وجہ سے نصاب میں سے حدیث کی کتب نکالی گئیں، انہوں نے اسی بیماری کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی ٹھان لی اور عمل بالحدیث کی تحریک برپا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

لیکن عمل بالحدیث کی یہ تحریک سندھ میں نئی نہیں تھی، جہاں تک علم حدیث کی ترویج واشاعت کا تعلق تھا، تو سندھ میں ہمیں تدوین حدیث کے زمانے سے کئی محدثین ملتے ہیں، جنہوں نے سندھ اور سندھ سے باہر حدیث کی ترویج و اشاعت میں بے مثال کارنامے سرانجام دئے۔ گیارہویں صدی کا آخری عشرہ مخدوم محمد معین کی ولادت کا عشرہ ہے، اس صدی کے اوائل میں سندھ کے ایک شہر نصرپور کے عالم مخدوم محمد اکرم نصرپوری،[12] جو مکۃالمکرمہ سے حدیث پڑھے تھے، ان کی بخاری کی مبسوط شرح لکھی ہوئی ملتی ہے[13]، جس سے سندھ میں حدیث کی اشاعت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بارہویں صدی ہجری کا اوائلی زمانہ مخدوم معین کی تعلیم و تدریس کا زمانہ ہے، اس زمانے میں سندھ کے دو جلیل القدر محدث ابوالحسن کبیر[14] اور ابوالطیب سندھی حرمین شریفین میں حدیث کی تدریس میں مصروف نظر آتے ہیں۔ آگے چل کر شیخ محمد حیات سندھی،[15] جو ابوالحسن کبیر کے شاگرد ہیں، اپنے استاد کی مسند درس حدیث پر متمکن نظر آتے ہیں۔ یہ حضرات نہ صرف درس حدیث دیتے تھے بلکہ عمل بالحدیث کے بھی بڑے داعی تھے۔ ان کی مساعی جمیلہ

سے سندھ میں حدیث اور عمل بالحدیث کا ذوق پروان چڑھا۔ مخدوم معین، جو سندھ سے باہر تدریس کے لئے کہیں جانہ سکے تھے، انہوں نے حرمین کے علماء سے مکاتبتاً حدیث کی اجازت کا شرف حاصل کیا اور عمل بالحدیث کے بڑے داعی بن کر اٹھے۔

حدیث کی تدریس:

ہندستان میں مروج نصاب درس میں جیسا کہ ذکر ہوا، صحاح ستہ شامل درس نہیں تھی، شاہ ولی اللہ دھلوی نے ان کو نصاب درس میں شامل کروایا تھا، لیکن مخدوم معین سندھ میں اپنے مدرسے میں صحاح ستہ اس سے پہلے نصاب درس میں شامل کر چکے تھے اور خود پڑھاتے تھے۔ موصوف نے اپنے بخاری پڑھانے کا ذکر اپنے ایک رسالہ 'اکسیر الھدایۃ والنفع فی جمع احادیث الرفع' میں ان لفظوں میں کیا ہے:

''اس فقیر کو بھی ختم بخاری طلباء کو پڑھاتے وقت یہ دعا پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ والحمد للہ علی ذالک والمنۃ لرسولہ''[16]

عمل بالحدیث کے موضوع پر تصنیفات:

مخدوم معین تدریس کے ساتھ تصنیف میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے۔ تصنیفات میں ان کی فلسفہ و تصوف پر بھی کتابیں ہیں، لیکن سب سے پہلے ان کی تصنیفات عمل بالحدیث کے موضوع پر لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں سے کچھ دستیاب ہیں اور کچھ نایاب ہیں۔ عمل بالحدیث پر ان کی شہرہ آفاق تصنیف دراسات اللبیب ہے، جو انہوں نے ۱۱۲۲ھ میں تالیف فرمائی۔ اس سے بھی پہلے ان کے کچھ رسائل عمل بالحدیث کے موضوع پر لکھے ہوئے ہیں، جو چہ جائیکہ دستیاب نہیں ہیں، لیکن دراسات میں مخدوم موصوف نے ان کے مضامین کی طرف اشارات سے نہ صرف ان کے مضامین کی خبر دی ہے، بلکہ ان رسائل کے دراسات سے پہلے تصنیف کرنے کا بھی بتا دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اٹھارہ انیس سالہ عمر میں مخدوم معین تحصیل سے فارغ ہوتے ہی، درس وتدریس کے ساتھ عمل بالحدیث پر تصنیف و تالیف میں بھی مصروف ہو گئے ہیں، ۲۹ سال کی عمر میں انہوں نے دراسات جیسی معرکۃ الآراء کتاب تصنیف کی، جس کی شہرت اور قبولیت کا مختصر جائزہ اپنے محل پر آئے گا اور پھر دراسات سے پہلے بھی اس کی اسی موضوعات پر تالیفات کا وجود اس کا شاہد عادل ہے، کہ آپ ابتداء عمر سے ہی تصنیف و تالیف میں مصروف ہو چکے تھے۔ زیادہ تر ان کی تصانیف سن تالیف سے خالی ہیں، لیکن پھر بھی اندازہ یہ ہوتا ہے کہ آپ تاآخر عمر عمل بالحدیث کے موضوع پر لکھتے رہے ہیں۔ ان کی ایک تالیف مدنبوی وعہد رسالت کے بارے میں ہے، جو انہوں نے ۱۱۵۰ھ کو تالیف کی ہے۔ ان کی ایک تالیف: اکسیر الھدایت والنفع فی جمع احادیث الرفع ۱۱۵۲ھ میں انہوں نے تالیف کی ہے اور ان کی وفات ۱۱۶۱ھ میں ہوئی ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۴۳ھ میں حج کے ارادے سے سندھ سے گذرتے ہوئے مخدوم معین کے ساتھ ملے تھے، اور ان کے ان ہی آراء کو معلوم کر کے ان کی جو تحسین فرمائی تھی، مخدوم موصوف اس کو خود یوں بیان کرتے ہیں:

وقد وافقنا على هذا الراى قدوة علماء دهره يعسوب زماننا الشيخ الاجل الصوفى الاكمل امام بلاد الهند الشيخ ولى الله بن عبدالرحيم مشافها فى جملة صالحة من آرائنا مخالفا فى تفردى ببعض ماخالفت فيه الجماهير: ومن الرديف وقد ركبت غضنفرا۔[17]

(ہماری اس رائے پر ہمارے ساتھ موافقت کی ہے، اپنے زمانے کے سر گروہ علماء، ہمارے زمانے کے یعسوب، شیخ اجل، صوفی اکمل، بلاد ہند کے امام شیخ ولی اللہ بن عبد الرحیم نے۔ ہماری ان آراء و تفردات کے بارے میں، جن میں ہم نے جمہور کی مخالفت کی ہے، مشافہا ایک صالح جملہ ارشاد فرمایا: ومن الرديف وقدركبت غضنفرا)

ذیل میں ہم ان کی تالیفات کا ذکر کرتے ہیں، ان میں کچھ تالیفات دستیاب ہیں، تو کچھ ایسی ہیں جن کے حوالے ہمیں ان کی ہی تالیفات سے ملے ہیں، لیکن وہ دستیاب نہیں ہو سکی ہیں۔

غایت الفسخ فی مسئلۃ النسخ:

اس کا خطی نسخہ دستیاب نہیں ہے، مخدوم موصوف نے درسات اللبیب میں اسکا اور اس کے مضمون کا تذکرہ کیا ہے۔ اصول حدیث کی ایک اصطلاح ہے: 'نسخ اجتہادی'، اس کا مطلب ہے کہ کسی حدیث کو اپنی رائے سے منسوخ قرار دے دیا جائے، شارع کی طرف سے اس کے خلاف کوئی نص موجود نہ ہو۔ قیاس اور اجتہاد کے قائلین نسخ اجتہادی کے قائل ہیں، مخدوم معین اس کا انکار کرتے ہیں اور یہ رسالہ انہوں نے اس کے رد میں تالیف فرمایا ہے۔ درسات میں اس کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرماتے ہیں:

''نسخ بالرائے جس کو نسخ اجتہادی بھی کہا جاتا ہے، محقق اس کے قائل نہیں ہیں، اس کے بطلان پر ہم نے ایک جزء میں کلام کیا ہے، اس کا نام رکھا ہے: غایت الفسخ فی مسئلۃ النسخ۔[18]

وریقات مفردۃ فی حدیث المصرات

فقہاء احناف نے رواتِ حدیث کے شرائط میں یہ بھی شامل کیا ہے کہ: ''راوی فقیہ ہو''۔ مخدم معین فرماتے ہیں کہ فقیہ راوی کی شرط کی بنیاد پر احناف نے حدیث مصراۃ، جو ابوہریرہ سے مروی ہے اور شیخین کی متفق علیہ حدیث ہے، اس کو ترک کر دیا ہے۔ مخدوم معین نے فقہ الراوی کے شرط کو اس رسالہ میں رد کیا ہے۔ دراسات اللبیب میں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے کچھ مفرد اوراق، اس قول کے رد میں ہیں اور اس بارے میں ہیں کہ یہ حنفیوں کا نیا پیدا کردہ شرط ہے۔ اس کی بنیاد پر مصراۃ والی حدیث کے ترک کی امام ابو حنیفہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے۔[19]

ابراز الضمیر لمصنف الخبیر

دوسری کتب حدیث کی احادیث صحیحین کی احادیث کے برابر نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ صحیحین کی احادیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور ان کی اصحیت پر امت کا اجماع ہے۔ اس پر مخدوم موصوف نے دراسات میں بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

''کچھ فروع چہ جائیکہ ایسے ہیں جن میں مختلف مذاہب کے پیروکار شیخین کی احادیث کے خلاف عمل کرتے ہیں، لیکن ان کے ایسا کرنے سے صحیحین کی تلقی بالقبول اور ان کی اصحیت پر اجماع امت نہ ہونا لازم نہیں آتا، تین اسباب کی وجہ سے وہ ایسا کرتے ہیں۔ ایک تو وہ سنن مشہورہ وغیر مشہورہ جیسے: صحیح ابن خزیمہ و صحیح ابن حبان وغیرہ کی احادیث سے اپنے مسلک کی تائید میں دلیل لیتے ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ صحابہ کے آثار سے تمسک کرتے ہیں اور صحیحین کی احادیث چھوڑ دیتے ہیں''

اس تمسک کو مخدوم معین کمزور تمسک قرار دیتے ہیں اور اس تمسک کی کمزوری کے ثبوت میں انہوں نے مذکورہ بالا رسالہ تصنیف کیا ہے، لکھتے ہیں:

''اس دوسرے تمسک کی کمزوری کے بارے میں کلام کی یہ جگہ نہیں ہے، جو اس پر اطلاع چاہے، وہ ابراز الضمیر لمصنف الخبیر کی طرف رجوع کرے''[20]

تنویر الھادی فی رفع الایادی:

اس رسالہ کا کوئی خطی نسخہ دستیاب نہیں ہے، مخدوم معین نے اس کا ذکر اکثیر الھدایۃ والنفع فی جمع احادیث الرفع میں کیا ہے۔ اس رسالہ میں مخدوم معین نے رفع یدین کی احادیث، ان کی قوت اور اپنے برابر معارض نہ رکھنے اور عدم رفع کی احادیث کے ان کے برابر نہ ہونے پر بحث کی ہے۔ لکھتے ہیں:

ان مقدمات کا بڑے بسط و شرح سے فقیر نے اپنے رسالہ: تنویر الھادی فی رفع الایادی، میں بیان کیا ہے۔[21]

غایت الایضاح فی المحاکمۃ بین النووی وابن الصلاح:

بخاری و مسلم کی احادیث کی صحت پر امت کے اجماع کی وجہ سے ان کی احادیث کے قطعی الصحت ہونے کے مسئلہ پر نووی و ابن الصلاح نے باہمی اختلاف کیا ہے، اس رسالہ میں مخدوم معین نے دونوں کا محاکمہ کیا ہے۔ دونوں کے اختلاف کو منطقی طریقہ سے صغری کبری کے مقدمات اور حد اوسط کے ذریعہ

نتیجہ نکال کر بیان کیا ہے۔ فیصلہ یہ فرمایا ہے کہ :اجماع قطعی ہے اور اجماع کے قطعی ہونے کی صورت میں صحیحین کی احادیث نبی ﷺ سے ثبوت میں قطعی ہیں اور اس میں قطعی ہیں کہ وہ نبی ﷺ کا کلام ہے۔

دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب:

اس کا ایک خطی نسخہ انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی میں موجود ہے۔ شروع سے نامکمل ہے، لیکن آخر سے مکمل ہے۔ اس کی کتابت یار محمد ولد حاجی محی الدین نے کی۔ سن کتابت موجود نہیں۔ مصنف نے سن تالیف ۱۱۲۲ھ نقل کیا ہے

یہ کتاب دو دفعہ چھپ چکی ہے۔ سب سے پہلے ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۶ء میں یہ لاہور سے، سید نذیر حسین دہلوی کے حکم پر دھلی کے پنجابی تاجر محمد ابراھیم کے خرچ پر شایع ہوئی۔ اس کتاب کا مرکزی مضمون عمل بالحدیث ہے۔ پورے ہندستان میں اس کو بڑی شہرت ملی۔ محقق علماء نے اس پر داد تحسین بھی دی تو تنقید بھی کی گئی۔ مولانا عبدالرشید نعمانی نے مقدمہ دراسات میں لکھا ہے کہ :

> مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے ایک جگہ عبدالوھاب شعرانی کے ساتھ مخدوم معین کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''جیسا کہ عبدالوھاب شعرانی نے میزان میں اور ملا معین نے دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب میں تحقیق کی ہے۔'' ایک مقام پر امام ابن ہمام پر مخدوم معین کے رد کی تحسین ان الفاظ میں کی ہے:''صاحب دراسات نے اس کا بہترین تعاقب کیا ہے اور مضبوط رد کیا ہے، وہ قابل دید ہے۔'' البتہ 'السعی المشکور فی ردالمذھب الماثور' میں انہوں نے ان پر تنقید بھی کی ہے۔ مولانا عبداللہ ٹونکی نے شرح نخبۃ الفکر میں بہت سی باتیں دراسات سے نقل کی ہیں، کہیں اس پر رد بھی کیا ہے۔[22]

نواب صدیق حسن خان قنوجی نے اتحاف النبلاء میں دراسات کی اس طرح تعریف کی ہے:

> اپنے موضوع کی بہترین کتاب ہے،ان کی عبارت میں متانت ہے،اعلی مطالب کی تحقیق اور مدعی پر صحیح دلیل لانے میں بہترین تحقیق ہے۔ لیکن اس کی یہ بات ٹھیک نہیں کہ موصوف نے خواہ مخواہ تصوف کے ذوق کا زیادہ اظہار کیا ہے۔ اس کے باوجود یہ کتاب مقلدین کے الزام اور مخالف کے جواب کے لئے کافی اور بھرپور ہے۔[23]

مولانا عبیداللہ سندھی نے دراسات کے بارے میں اپنی رائے کا اس طرح اظہار کیا ہے:

> شیخ محمد معین نے دراسات اللبیب شیخ عبدالحق دھلوی کے طریقہ پر شاہ ولی اللہ کے طریقہ کی ترجیح کے واسطہ تصنیف کی۔ اس کتاب کے خاص طور پر بارہویں دراسہ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس میں انہوں نے امام اعظم پر تاریخ صغیر میں امام بخاری کی تنقید کا جواب دیا ہے۔ کتاب لاہور سے چھپی ہے،اہل حدیث نے اس کے چھپوانے کی سعی کی ہے۔[24]

اکسیر الہدایت والنفع فی جمع احادیث الرفع:

اس کا خطی نسخہ مفید عام لائبریری سیوہن شریف کے مجموعہ رسائل مخدوم محمد معین میں شامل ہے۔ ۸۴ قلمی صفحات پر مشتمل ہے۔ فارسی میں لکھا ہوا ہے۔ سن کتابت نامعلوم ہے۔ مقدمہ میں مخدوم معین نے لکھا ہے کہ :

> ۱۱۵۲ھ میں میرے عزیز عالیجاہ والا دستگاہ، جس کی پیشانی سے حب حدیث کی سعادت کا نور روشن ہے، نے اس خاکسار بے مقدار کو کہا کہ رفع یدین کے بارے میں جتنی احادیث مرفوعہ حضرت رسول اکرم و موقوفہ اصحاب واجب التعظیم ہیں،ان کو جمع کیا جائے اور ایک علیحدہ رسالہ تالیف کیا جائے اور قاعدہ کے مطابق عربی سے آسان فارسی میں اس کا ترجمہ کیا جائے۔''[25]

اس سے واضح ہے کہ یہ رسالہ ۱۱۵۲ھ میں تالیف کیا گیا۔ رسالہ کی تین فصلیں ہیں اور ہر فصل کے ساتھ مفید تذنیبات بھی شامل کی گئی ہیں۔ فصل اول میں مرفوع احادیث بیان کی گئی ہیں اور اس کی تذنیب میں ان احادیث سے متعلق ضروری مباحث کا بیان کیا گیا ہے اور اس کے اندر چھ فوائد شامل کئے گئے

ہیں۔دوسرے فصل میں آثار موقوفہ بیان کئے گئے ہیں اور اس کی تذنیب بھی چھ فوائد پر مشتمل ہے۔تیسری فصل میں معارض احادیث کے مجمل جوابات دئے گئے ہیں اور اس کی تذنیب دو فوائد پر مشتمل ہے۔آخر میں خاتمہ پر کتاب کو مکمل کیا گیا ہے۔

التحریر الاول والثانی للشیخ الفاضل محمد معین الی الشیخ الجلیل محمد ھاشم ٹھٹوی سلمھما اللہ:

ریسرچ لائبریری انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی کے ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کارنر میں قلمی صورت میں چند صفحات پر مشتمل مخدوم معین کی دو تحریریں ہیں، پہلی تحریر ابن عمر کی ترک رفع یدین سوا تکبیر تحریمہ کی روایت کے جواب میں ہے۔مخدوم محمد ھاشم ٹھٹوی نے بیہقی سے یہ روایت نقل کی ہے اور رفع یدین کی احادیث کے معارض کے طور پر اور ترک رفع یدین کی تائید میں پیش کی ہے۔مخدوم محمد معین نے اس تحریر میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ بیہقی نے اس روایت کے نقل کے ساتھ ہی یہ لکھا ہے کہ: ''حاکم نے کہا ہے کہ یہ موضوع اور باطل ہے'' اور پھر کہا ہے کہ مخدوم محمد ہاشم سے یہ کیسے گوارہ ہوا کہ یہ بات جانتے ہوئے بھی اس کو نقل کیا، حالانکہ موضوع کا نقل بھی حرام ہے۔اس کے جواب میں مخدوم محمد ھاشم نے لکھا ہے کہ، حاکم کی جرح غیر مفسر ہے اور جمہور کے ہاں جرح غیر مفسر قبول نہیں کی جاتی۔اور کہا ہے کہ حافظ مغلطائی نے اپنی شرح میں سنن ابن ماجہ میں کہا ہے کہ، اس حدیث کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے۔تحریر ثانی میں مخدوم معین نے اس کا تفصیلی جواب لکھا ہے۔

رفع الجہالت فی مد عہد الرسالت:

اس رسالہ کا خطی نسخہ مفید عام لائبریری سہون کے مجموعہ رسائل مخدوم محمد معین میں شامل ہے۔اس میں مخدوم معین نے عہد رسالت کے مد کے مقدار اور وزن سے بحث کی ہے۔محدثین وفقہاء میں یہ مسئلہ معرکۃ الآراء رہا ہے۔مخدوم معین نے احادیث اور تعامل اہل مدینہ سے استدلال کی روشنی میں احناف کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے۔اس زمانے یعنی ۱۱۵۰ھ میں مدینہ سے کوئی ثقہ عادل عالم ایک مد ٹھٹہ میں لائے تھے۔مخدوم محمد معین نے اس مد پر لکھی ہوئی سند بھی نقل کی ہے، اس کے وزن کی تحقیق کی ہے اور اس کے وزن پر ایک نئی مد تیار کروائی ہے، اور تعامل اہل مدینہ کے استدلال کی بنیاد پر اس مد کے وزن کو اپنا مسلک مانا ہے۔رسالہ میں عمل اہل مدینہ کی اہمیت بھی بیان کی ہے، اور مد مدینہ کی تائید میں احادیث بیان کی ہیں اور عمل بالحدیث اور ترک مسلک مخالف حدیث کی اہمیت بیان کی ہے۔

الدلیل الواضح کالبدر علی وضع الایدی فی الصلوٰۃ علی الصدر:

اس کا بھی خطی نسخہ مفید عام لائبریری سہون کے مجموعہ رسائل مخدوم محمد معین میں شامل ہے۔اس میں مخدوم موصوف نے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے حق میں دلائل دئے ہیں۔شروعات ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے دلائل کے رد سے کی ہے۔اس سلسلے کی پہلی دلیل عبدالرحمان بن اسحاق کی روایت ہے، جو اس نے ابوہریرہ سے اور ابوجحیفہ سے نقل کی ہے۔اور حضرت علی کا ایک اثر بھی عبدالرحمن بن اسحاق نے روایت کیا ہے۔مخدوم معین نے عبدالرحمن بن اسحاق پر کی گئی جرح نقل کرکے اس کے سب طرق روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔دوسری دلیل جو احناف میں سے قاسم بن قطلوبغا حنفی نے تخریج الاختیار شرح المختار میں نقل کی ہے، وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث ہے، اس کا مخدوم معین نے جو جواب دیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ: ''مصنف ابن ابی شیبہ کے نسخوں میں یہ حدیث ناف کے نیچے کے الفاظ سے خالی ہے۔اس سلسلے میں انہوں نے ابوالحسن کبیر اور شیخ محمد حیات سندھی کے اس بارے میں رسائل کا بھی حوالہ دیا ہے۔اپنے موقف کے ثبوت میں احادیث وآثار نقل کرنے کے بارے میں کہا ہے کہ:

> ہم احادیث وآثار نقل کرنے میں مشغول نہیں ہوتے، کیونکہ کتب احادیث وکتب فقہ شافعی کی طرف رجوع رکھنے والے کے لئے یہ مسئلہ شہرت کا درجہ رکھتا ہے۔یہاں پر ہم صرف مخرجین کا حال اور سند کے رجال پر بحث کرتے ہیں۔''[26]

چنانچہ انہوں نے سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایات کی اسناد اور رواۃ کی تنقیح وتحقیق کی ہے اور آخر میں سینے پر ہاتھ باندھنے پر تین صحابہ کا اجماع حاصل ہونے کو بھی ثابت کیا ہے۔

رد قول الغثیث علی من قدم الرائی علی الحدیث:

اس کا کوئی خطی نسخہ دستیاب نہیں ہے۔اس کا موضوع اس کے نام سے واضح ہے۔ مخدوم موصوف نے اپنے رسالے: غایۃالاعتماد فی مسئلۃالاختضاب بالسواد'' میں اس کا دو مرتبہ ذکر کیا ہے۔ایک جگہ لکھتے ہیں:

> اکابر مصنفین احناف و شوافع میں سے بعض، جن کے بارے میں حاشیہ میں خود مصنف نے بتایا ہے کہ ان کی مراد احناف میں سے شیخ ابن ہمام اور شوافع میں سے نووی ہیں، نے صحیح بخاری کی ابواب صفۃالصلواۃ کی دو احادیث پر بحث کی ہے اور مسلک کے ہر ایک اکابر نے دونوں احادیث میں سے جس کو اپنے مسلک کے موافق سمجھا، اس کو ترجیح دی اور مرجوح حدیث کو شریعت سے خارج کر دیا اور مرجوح پر عمل کی صورت میں سجدہ سہو کا حکم لگایا۔اس پر میں نے مزید تفصیل کے ساتھ ''رد قول الغثیث'' میں بحث کی ہے''[27]۔

دوسرے مقام پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا ایک اثر نقل کرنے کے بعد اس کی اہمیت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> اس پر ہم نے مزید بحث اپنی کتاب رد قول الغثیث علی من قدم الرائ علی الحدیث کے بعض دراسات میں کی ہے، جو اس کو دیکھے گا اسے معلوم ہو جائیگا کہ اہل بیت سے مروی اثر اگر صحیح ہو گا تو وہ اس باب کی صحیح حدیث کے خلاف نہ ہو گا۔انشاءاللہ تعالی[28]۔

مزید تصنیفات:

جو تصنیفات اوپر ذکر کی گئی ہیں،ان میں کچھ دستیاب ہیں اور کچھ ایسی ہیں جن کے حوالے کسی نہ کسی جگہ موجود ہیں، مخدوم موصوف کی علم حدیث کی مزید کچھ تصنیفات ایسی بھی ہیں، جو دو قلمی فہرستوں میں ذکر ہوئی ہیں، ایک فہرست حافظ محمد اسماعیل میمن کھڈہ کراچی کی ذاتی لائبریری کی ہے اور ایک انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی کی ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کارنر کی فہرست ہے۔وہ مندرجہ ذیل ہیں:

تحفۃالظریف فی جمع الحدیث الصحیح بالضعیف

حاشیہ شرح عمدۃالاحکام لابن دقیق العید

اثبات رفع الیدین فی الصلواۃ (عربی)

اثبات رفع الیدین فی الصلواۃ (فارسی)

الابداح فی محاکمۃ بین النووی وابن الصلاح

نتیجہ:

مخدوم محمد معین کے دور میں سندھ میں باقی ہندستان کی طرح تدریس حدیث مشکواۃ کی حد تک تھی، باقی ہندستان میں اس میں شاہ ولی اللہ کے بعد بہتری آئی لیکن سندھ میں اس صورتحال بدلنے کی کوششیں گیارہویں صدی ہجری سے سندھ کے بعض علماء نے شروع کر رکھیں تھیں، مخدوم محمد معین نے بھی اس کے لئے کوششیں کیں، اپنے مدرسے کے نصاب درس میں صحاح ستہ کو شامل کیا اور تدریس حدیث سے بے رغبتی کی علت فقہی تقلید اور مسائل شرعیہ کے لئے حدیث کی طرف عدم مراجعت کو قرار دیتے ہوئے عمل بالحدیث کی دعوت کو اپنا مشن بنایا اور اس موضوع پر تصنیفات و تالیفات کے ذریعے توجہ دلاتے رہے۔ عمل بالحدیث سے متعلق مختلف موضوعات پر انہوں نے ۱۶ عدد کتابیں تالیف کیں، جو اپنے موضوع کی شاہکار تصنیفات ہیں۔

مصادر و مراجع:

[1] قدوسی، اعجاز الحق: ''گنجینہ تاریخ وفات مشاہیر'' ص:۸ قلمی، راشدی کارنر ریسرچ لائبریری انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی

[2] بھٹی، محمد اسحاق: ''فقہاء ہند'' جلد:۵، ص:۲۳۳ ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور

[3] اصل گجرات کے محمد طاہر گجراتی کے نسل سے تھے،ان کے والد کا نام ابو بکر صدیق حنفی مکی تھا،ماثر الکرام میں اس کالقب ابوالفرح محی الدین منقول ہے،مکہ میں حسن بن علی العجیمی المکی کے پاس فقہ وحدیث پڑھی، حرم مکہ کے مفتی تھے اور درس وتدریس کی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے۔

[4] ابو طاہر محمد بن ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین الکردی الکورانی الشہرزوری ثم المدنی ۱۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے،اپنے والد کے پاس پڑھے، مدینے میں مسند درس سنوارے ہوئے تھے،۱۱۴۵ھ—۱۷۳۳ع میں فوت ہوئے۔

[5] ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم: ''سرد الاسانید'' مجموعہ رسائل مخدوم محمد معین، مفید عام لائبرری سہون

[6] قطب الدین ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم بن شیخ وجیہ الدین شہید بن منصور بن احمد عمرید ہلوی ۱۱۱۶ھ میں پیدا ہوئے، رسمی علوم اپنے والد سے پڑھے، حرمین کے علماء سے حدیث کی اجازت حاصل کی،۱۱۷۶ھ میں فوت ہوئے۔

[7] زکی سرہندی بن خواجہ محمد حنیف بن خواجہ عبدالاحد بن خواجہ محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، سلسلہ نقشبندیہ کے صاحب فیض بزرگ تھے۔۱۱۴۷ھ میں فوت ہوئے۔

[8] قاسمی، حبیب الرحمن: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سفر حرمین کی روداد، الولی، جنوری فروری ۱۹۹۵ع شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدراباد

[9] ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم: ''دراسات اللبیب، سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۷ع، ص: ۲۹۲

[10] ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین سہالی، ہندستان کے ایک گائوں سہالی میں رہتے تھے، گائوں کے عثمانی شیوخ نے کسی تنازعہ میں ملا قطب الدین کو شہید کر دیا اور گھر جلا دیا، اورنگ زیب نے لکھنو کا ایک خالی مکان، جس میں فرنگی رہتے تھے، ملا شہید کے پس ماندوں کے حوالے کر دیا، ملا نظام اپنے والد کے دو شاگردوں: ملا قطب الدین شمس آبادی اور امان اللہ بنارسی کے پاس پڑھا، جن کا سلسلہ اسناد میر فتح اللہ شیرازی، اور اس کے شیرازی استاد غیاث منصور تک جاتا ہے اور اس طرح طورانیوں (سنیوں) کے مد مقابل ایرانیوں (شیعیوں) کے سرچشمہ معقولات تک منتہی ہوتا ہے۔

[11] گیلانی، مناظر احسن، مولانا: ''پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت'' مکتبہ رحمانیہ لاہور، جلد: ۱، ص: ۱۴۲-۱۴۶

[1212] قاضی محمد اکرم بن عبدالرحمن، نواحی حیدراباد کے شہر نصرپور کے رہنے والے تھے۔ گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں پیدا ہوئے، ان کے والد شہر کے حنفی قاضی القضات تھے۔ اپنے والد اور دوسرے مشائخ سندھ سے حدیث پڑھی اور ان کے والد کے ہجرۃ مکہ کے وقت مکۃ المکرمہ کے محدثین سے حدیث پڑھی اور پوری عمر درس حدیث وتصنیف وتالیف میں صرف کی۔ شرح جامع صحیح بخاری تالیف کی، جس کا خطی نسخہ عمرکوٹ سندھ کے نواحی گائوں ولھٹ میں موجود ہے لیکن اس کو دیمک نے اس طرح چاٹ لیا ہے کہ اب وہ قابل مطالعہ نہیں رہا۔ لیکن مخدوم محمد عثمان مٹیاروی کی شرح مشکواۃ، جس میں اس سے استفادہ کیا گیا ہے، وہ محفوظ ہے۔

[13] قاسمی، غلام مصطفی: مقدمہ امعان النظر، شرح نخبۃ الفکر لقاضی محمد اکرم نصرپوری سندھی، ص: ۱۰

[14] ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی الکبیر ٹھٹہ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم ٹھٹہ ہی میں حاصل کی، مزید تعلیم کے لئے مدینہ کی طرف ہجرت کی، وہاں سید محمد بن عبدالرسول برزنجی اور شیخ ابو طاہر ابراہیم بن حسن الکورانی مدنی اور دوسرے مشائخ سے تعلیم حاصل کی۔ الشفا نامی مدرسہ مدینہ النبی میں قائم کیا، جس میں آخر عمر تک پڑھاتے رہے۔

[15] محمد حیات بن ملا پھلاریو، بکھر پرگنہ کے علائقے عادلپور کے رہنے والے تھے، ابتدائی تعلیم اپنے گائوں سے حاصل کی، پھر ٹھٹہ میں مخدوم معین سے شرف تلمذ حاصل کیا، مزید تعلیم کے لئے حرمین شریفین روانہ ہوئے اور وہاں ابوالحسن کبیر سے حدیث پڑھی اور انہی کی مسند درس کو ان کے بعد آراستہ رکھا۔

[16] ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم: ''اکسیر الہدایۃ والنفع فی جمع احادیث الرفع'' قلمی، مفید عام لائبرری سہون، ص: ۷۰

[17] ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم: ''دراسات اللبیب، سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۷ع، ص: ۱۸۳-۱۸۴

[18] ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم: ''دراسات اللبیب، سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۷ع، ص: ۴۸۳

[19] ایضا، ص: ۳۹۲

[20] یضا، ص: ۳۵۶

[21] ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم: ''اکسیر الہدایۃ والنفع فی جمع احادیث الرفع'' قلمی، مفید عام لائبرری سہون، ص: ۳

[22] نعمانی، عبدالرشید، مولانا: مقدمہ دراسات، ص: ۷۵

[23] قنوجی، نواب صدیق حسن خان: "اتحاف النبلاء"، مطبع شاہجہان بھوپال، ص: ۸۷

[24] سندھی، عبید اللہ، مولانا: "شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک" المحمود اکیڈمی لاہور، ص: ۱۳

[25] ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم: "اکسیر الهدایۃ والنفع فی جمع احادیث الرفع" قلمی، مفید عام لائبرری سہون، ص: ۱

[2626] ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم: "الدلیل الواضح کالبدر علی وضع الایدی فی الصلواۃ علی الصدر" قلمی، مفید عام لائبرری سہون، ص: ۴

[27] ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم: "غایت الاعتماد فی مسئلۃ الاختضاب باسواد" قلمی، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کارنر، ریسرچ لائبرری سندھیالوجی، ص: ۷

[28] ایضا، ص: ۴-۵